

اشاعت خاص صد سالہ عرس امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

محدث بریلوی کے عشق کے تشکیلی عناصر





بیاد

شیخ القرآن والحدیث نائب محدثِ اعظم پاکستان

علامہ مولانا پیر ابو محمد عبد الرشید قادری رحمۃ اللہ علیہ

از قلم

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری

باہتمام

محمد شرافت علی قادری رضوی

چیئرمین رشد الایمان فاؤنڈیشن سمندری



رضا اسلامک ریسرچ سنٹر سمندری پاکستان



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشاعت خاص صد سالہ عرس امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

محدث بریلوی کے عشق کے تشکیلی عناصر

مصنف

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری

زیر سرپرستی

تصویر نائب محدث اعظم پاکستان

صاحبزادہ پیر ابوالحسن محمد غوث رضوی صاحب

سجادہ نشین آستانہ عالیہ سمندری شریف (پاکستان)

اہتمام

محمد شرافت علی قادری رضوی

مہتمم: جامعہ حنفیہ کرول سمندری (پاکستان)

نام کتاب		محقق بریلوی اور جدید اُصولِ تحقیق
مصنف	......	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری
پسند فرمودہ	......	حضرت علامہ مفتی محمد سعید قادری رضوی
خصوصی تعاون		علامہ حافظ محمد صدیق قادری رضوی، رانا عرفان غفور
باہتمام		محمد شرافت علی قادری رضوی
		چیئرمین رشد الایمان فاؤنڈیشن سمندری
تاریخ اشاعت اوّل	......	۱۴۴۰ھ ۲۰۱۸ء
صفحات	......	۴۰
تعداد	......	۱۱۰۰
ہدیہ		دُعائے خیر
کمپوزنگ		سبحان کمپیوٹرز اینڈ پرنٹرز فیصل آباد 0301-7008928
ناشر		رشد الایمان فاؤنڈیشن سمندری (پاکستان)

برائے ایصالِ ثواب

حاجی رانا عبدالغفور (مرحوم) ڈجکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محدث بریلوی کے عشق کے تشکیلی عناصر

ڈاکٹر غلام مصطفی نجم القادری

ہزاروں اختلاف کے باوجود کٹر سے کٹر حریف نے بھی حضرت رضا بریلوی کو عاشق رسول ہی کہا ہے، آپ ان عشاق کی فہرست میں شمار ہورہے ہیں، عشق حقیقی کو آج بھی جن کی حیات وخدمات پرناز ہے، آپ کی سیرت وکردار عشق رسول کی علامت وضمانت کے طور پر پیش کیے جارہے ہیں۔ آخر وہ کون سے اسباب وعوامل تھے، جس نے آپ کی تشکیل سیرت وتعمیر شخصیت میں اہم رول ادکیا ہے اورآپ کو عالمی، آفاقی، بین الاقوامی عاشق رسول بنا دیا ہے، میرے خیال میں ان کے یہ محرکات ہیں:

(۱) خانگی ماحول (۲) مرشد گرامی (۳) اکابر واحباب

(۴) قرآن وحدیث (۵) سلوک وتصوف

خانگی ماحول

حضرت رضاؔ بریلوی نے ایک ایسے گھر اور گھر کی روحانی وعرفانی فضا میں آنکھ کھولی تھی جہاں درودیوار عشق مصطفیٰ کی خوشبو سے مست والست تھے ہر فرد دین دار، ہر شخص، تقویٰ شعار ہر آدمی خوش اطوار اور پاک سیرت ونیک طینت کا آئینہ دار تھا، دادا، دادی، والدہ اور والد، بھائی اور بہن ہر ایک باغ وبہار جیسی سیرت کے علم بردار تھے، ذکر خدا اور تذکرہ مصطفی کے نور وسرور سے پوری فضا معطر تھی۔ گھر کے اندر سے لے کر باہر تک شریعت وطریقت کی چاندنی پھیلی تھی۔ خشیت الٰہی اور محبت نبوی کا اجالا تھا، خانگی ماحول کا انوکھا انداز اور نرالا ڈھنگ اپنی خاموش زبان سے جیسے اعلان کررہا تھا۔

ع

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

دادا......مولانا رضا علی خان (م ۱۲۸۲ھ ۱۸۸۶ء)

امام العلما قطب الوقت بے مثل ہادی، اور بے لوث خادم دین کی حیثیت سے دور دور تک مشہور تھے، رضاؔ بریلوی کے خاندان میں آپ ہی کے وقت سے حکمرانی کا رنگ ختم

ہوکر فقر ودرویشی کا رنگ غالب آگیا۔ ورنہ آپ سے پہلے بزرگوں کا یہ عالم تھا کہ شروع میں امور سلطنت کے عہدوں پر فائز رہے پھر آخر میں اس سے الگ ہوکر عبادت وریاضت میں مشغول ہوجاتے۔لیکن یہ سلسلہ حضرت مولانا شاہ رضا علی کی ذات سے ختم ہوگیا۔ چنانچہ آپ نے دنیوی حکومت کا کوئی عہدہ اختیار نہ فرمایا اور ابتدا ہی سے زہد وتقویٰ ،فقر وتصوف کی زندگی گزاری ، تذکرہ علمائے ہند ، مصنف رحمان علی خان کے حوالے سے ملک العلما مولانا ظفرالدین ،خلیفہ امام احمد رضا تحریر فرماتے ہیں:

’’ مولانا رضا علی خان صاحب بزرگ ترین علماے کرام میں سے تھے، ۱۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے اور شہر ٹونک میں مولوی خلیل الرحمان صاحب مرحوم ومغفور سے علوم درسیہ حاصل کرکے ۲۳/سال کی عمر میں ۱۲۴۷ھ کو سند فراغ حاصل کرکے مشار الیہ اماثل واقران ومشہور اطراف زماں ہوئے،خصوصاً علم فقر وتصوف میں کامل مہارت حاصل فرمائی، بہت پر تاثیر تقریر فرفرماتے نسبت کلام ، سبقت سلام زہد وقناعت ،علم وتواضع تجرید وتفرید آپ کی خصوصیات سے تھا۔‘‘(۱)

ایسے حلیم وکریم کہ ایک بے دین نے آپ پر تلوار سے حملہ کیا تو اس کو معاف فرمادیا، اسی طرح ایک کینز کے ہاتھوں آپ کا آٹھ سالہ لڑکا محمد عبداللہ خاں مارا گیا تو آپ نے اس کو آزاد فرمادیا۔ اتباع سیرت وسنت میں اپنی نظیر آپ تھے۔‘‘

فن شاعری میں آپ مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی (م ۱۲۸۵ھ م ۱۸۶۸ء) کے شاگرد تھے ان کا ایک شعر ہے۔ ؎

آہ !ہم پر ہوا مسلط وبال فرنگیاں
ہمیں ہیں مالک اورہمیں آنکھیں دکھائی جاتی ہیں

یہ شعر آپ کے جذبۂ حریت اورولولہ حب الوطنی کا بہترین غماز ہے ۔ آپ انگریزوں کے سخت مخالف اور بریلی کی جماعت مجاہدین کے پشت پناہ تھے،۱۸۵۷ء کے انقلاب میں بریلی کے اندر آپ نے مجاہدین کو اپنے گھوڑوں اورسامان رسد کے ذریعہ مدد پہنچائی ۔ ہنگامہ میں جب انگریزوں کا تسلط ہوا اور شہر بریلی کے لوگ ادھر ادھر منتشر ہونے لگے تب بھی مولانا رضا علی خان اپنے مکان واقع محلہ ذخیرہ بریلی کے اندر تشریف فرما رہے،اور پنج

وقتیہ نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ ابھی مسجد ہی میں تھے کہ ادھر سے انگریزوں کا گذر ہوا تو وہ اس خیال سے مسجد کے اندر گھسے کہ کوئی شخص ملے تو اس کی پٹائی کریں۔ مسجد میں گھوم پھر کر انگریزوں نے تلاش کیا مگر انہیں کوئی نہیں ملا، حالانکہ مولانا رضا علی خان اس وقت مسجد ہی میں موجود تھے۔ لیکن اللہ نے ان انگریزوں کو اس وقت بصارت سے محروم کر دیا تھا اور وہ آپ کو دیکھ نہ سکے۔(۲)

حدیث شریف میں ہے جو اللہ کا ہوجاتا ہے اللہ اس کا ہوجاتا ہے۔ظاہر ہے کہ جس کا اللہ تبارک وتعالیٰ ہوجائے دنیاوی اذیت ومصیبت اور مخالفت اس کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔غرض کہ آپ اطاعات وعبادت خداوندی اور اتباع سیرت وسنت مصطفوی میں اپنی نظیر آپ تھے۔

والد، مولانا نقی علی خان (م ۱۲۹۷ھ م ۱۸۸۰ء)

ایک بلند پایہ عالم جید فقیہ تھے، آپ نے علوم ظاہری اور باطنی کی تحصیل وتکمیل اپنے والد مولانا رضا علی خان سے کی اپنے وقت کے جلیل القدر فاضل بے نظیر مناظر، اور بے مثل مصنف کی حیثیت سے معروف ومسلم ہیں۔ آپ بچپن ہی سے پرہیز گار اور متقی تھے۔ پرہیز گاری کا جوہر آپ کو ورثے میں ملا تھا، اس پر فضل خداوندی یہ کہ میلان طبع بھی نیکی وشرافت کی طرف تھا، آپ کی ذات مرجع خلائق وعلما تھی، کثیر علوم میں تصانیف مطبوعہ وغیر مطبوعہ آپ کے علم وفضل کی شاہد ہیں۔ آپ علم القرآن، عقائد وکلام وغیرہ جملہ اٹھائیس علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے۔

آپ کو حضور تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچا عشق تھا۔ آپ کے ہر عمل سے عشق رسول کی جھلک نمایاں ہے، آپ کو سرور کاینات سے زبردست گرویدگی اور وارفتگی تھی۔ سفر میں حضر میں گھر ہو یا عوام کا عظیم اجتماع ہر جگہ سنت رسول کی اتباع کی ترغیب وتلقین میں مصروف ومشغول رہے، تمام عمر پورے عالم کو اتباع نبوی میں ڈھالنے کی کوشش کرتے رہے، عوام ہوں یا علما ومشائخ حاجت مند ہوں یا سرمایہ دار، دانش ور ہوں یا کم عقل سب کے سامنے آپ کی گفتگو کا موضوع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق ومحبت کا ہوتا اور اتباع کی تلقین ہوتی، بات اتباع وعشق رسول کی ہوتی تو آپ کا چہرہ مسرت سے کھل اٹھتا اور اگر تنقیص و توہین انبیا ومحبوبان خدا کی ہوتی تو قہر وغضب کے آثار پیشانی پر نمایاں ہوجاتے۔ آپ کے

فرزند جلیل حضرت رضاؔ بریلوی فرماتے ہیں:

''اس ذات گرامی صفات کو خالق عز وجل نے حضرت سلطان رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیہ کی غلامی وخدمت اورحضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعدا پر غلظت وشدت کے لیے بنایا تھا۔(۳)

آپ اپنے والد کی روش پر قایم رہے انہیں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ نے بھی انگریزوں سے مسلمانوں کو دور رکھنے کی کوشش کی اوراس سلسلے میں وہ اپنے والد کے معین ومددگار رہے۔

آپ کی ایک معرکتہ الآرا تصنیف ،تفسیر الم نشرح ، ہے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف اس کتاب کے مقدمے سے متاثر ہوکرایک فاضلانہ مقالہ بعنوان عشق ہی عشق تحریر فرمایا ہے۔ جسے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے شائع کر دیا ہے اس سے چند اقتباس یہاں پیش ہیں، آپ اس کا تعارف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

قرآن کریم کی آٹھ مختصر آیتوں کی تفسیر بڑے سائز کے ۴۳۸ رصفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔اس تفسیر کو جب غور سے پڑھا تو آنکھیں کھل گئیں، صفحہ نمبر ۴ر سے پڑھتے پڑھتے جب صفحہ گیارہ پر پہنچا تو یوں محسوس ہوا جیسے ساحل سمندر پر موتی بکھرے ہوں۔

یا جیسے دامن کوہ پر لعل بکھرے ہوں، ہر لعل رشک صد لعل بدخشاں، خواجہ میر درؔد کا ایک شعر یاد آیا۔

سرسری تم جہاں سے گزرے ورنہ ہر جا جہاں دیگر تھا

مفسر کے قلمی رشحات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں،تفسیر میں ایک طرف مفسر کے عشق ومحبت کا عالم نظر آتا ہے تو دوسری طرف ان کے علم وفضل کی شان نظر آتی ہے۔ بے شک علم خادم عشق ہیں، انہوں نے علم کو عشق کی چوکھٹ پر جھکا کر بتادیا کہ حاصل علم عشق ومحبت کے سوا کچھ نہیں،نام نامی اسم گرامی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فکر وخیال کے افق پر طلوع ہوا تو جھوم جھوم گئے، ایسا معلوم ہوتا ہے سراپائے مقدس سامنے آ گیا ہو۔ ؎

کھینچی ہے سامنے تصویر یار کیا کہنا

ہاں ذرا آنکھیں کھولیے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بہاریں دیکھیے محب کو دیکھیے، محبوب کو دیکھیے، عشق ومحبت کی جولانیاں دیکھیے، حسن وجمال کی سحر آفرینیاں دیکھیے، ہاں

ے

حریم ناز کے پردے اٹھے ہوئے ہیں جگر

مولانا نقی علی خان کی عشق ومحبت کی جولانیاں ملاحظہ کیجیے۔جس میں وہ اپنی ذات میں منفرد نظر آتے ہیں کہ علوم عقلیہ ونقلیہ کی کتابوں کے نام حضور نبی کریم ﷺ کی نعت بیان کرنے کے لئے اس طرح پرودئے ہیں کہ پڑھنے والا جھوم جھوم جاتا ہے:

تیسیر اصول تا سیس روضہ گلستا ن تقدیس

احیاء علوم و کما لات مطلع اشعۃ لمعات

مقدمہ طبقات بنی آدم رہنماے دین محکم ومسلم

اردو زبان میں اس طرح کے ۲۶۵/القاب وآداب حضور نبی کریم ﷺ کی مدح سرائی کے لیے استعمال کیے ہیں اور پھر آگے چل کر عربی زبان میں بھی ۲۴۸/القاب نبی پاک ﷺ کی شان میں لکھے ہیں۔جوخود ایک مکمل نعت ہے۔ملاحظہ کیجئے:

شارع الشرعیہ ا لبیضاء بارع الر سل والانبیاء

المحمد فی الکلا م القدیم الموفق با لخلق العظیم

الحریص علیٰ مسلمین الرؤف الرحیم بالمومنین

اللہ اللہ !عشق خانہ ویراں ساز نے کیسا مست وبے خود بنادیا،محبوب کا ذکر آیا، جذبات کا ایک سیلاب امنڈ پڑا کہاں سے چلا تھا اور کہاں تھما؟، پھر بھی پیاس باقی ہے،دل چاہتا ہے کہ ابھی اورفکر کیجیے۔ہاں

قلم بشکن سیاہی ریز کا غذ سوز دم درکش

حسن ایں قصۂ عشق است درد فترنمی گنجد(۴)

یہ ہیں امام احمد رضا قدس سرہ کے والد ماجد علامہ محمد نقی علی بریلوی علیہ السلام۔امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے سینے میں آپ نے عشق مصطفیٰ ﷺ کا ایسا نقش جمایا۔کہ پورا وجود سراپا عشق بن گیا۔اور پھر اس پیکر عشق ومحبت نے ملت اسلامیہ میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی ایسی روح پھونکی کے مشرق ومغرب صلوٰۃ وسلام کے نغموں سے گونجنے لگے ہیں۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

حضرت رضؔا بریلوی کا خاندانی شجرہ خانگی ماحول یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وراثت میں ملا تھا چوں کہ بچپن ہی میں آپ کو اعلیٰ علمی وادبی ماحول مل گیا تھا، اس لیے اس ماحول نے آپ کے کردار کی تشکیل میں بہت مدد کی، آپ کو ایک مذہبی انسان بنادیا ،نتیجہ یہ ہوا کہ عشق مصطفیٰ آپ کی زندگی کا لازمہ اورحیات کا خاصہ ہوگیا۔ ناموس مصطفیٰ کے پاسبان اورشریعت کے بے باک ترجمان کی حیثیت سے آپ کی خدمات عالمی سطح پر سراہی جارہی ہے ۔آپ کی شخصیت کی تعمیر میں والد ماجد شیخ المفسرین مولانا نقی علی خان کا فیضان صحبت وتربیت خاص طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے ۔مولانا حسنین رضا خان علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔

"رب العزت نے ایسے گھر میں پیدا کیا جہاں قال اللہ قال الرسول ہی روز مرہ تھا، اورآپ کواس صحبت کا شوق بھی تھا۔آپ اپنے والد ماجد کی صحبت میں زیادہ بیٹھتے اورمسائل بغور سنتے اورانہیں اپنے دماغ میں محفوظ رکھتے اوروقت پر بڑی جرأت سے بتادیتے کہ یہ مسئلہ یوں ہے"۔(۵)

مرشد گرامی

خاتم الاکابر ،حضرت مخدوم الشاہ آل رسول مارہروی رضی اللہ عنہ بماہ رجب المرجب ۱۲۰۹ھ مارہرہ شریف میں رونق افزائے عالم ہوئے۔آپ کا نام نامی آل رسول اورلقب خاتم الاکابر ہےآپ کی تعلیم وتربیت والد ماجد کی آغوش شفقت میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم حضرت عین الحق شاہ ،عبدالمجید بدایونی صاحب ۔حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی قدس سرہما سے خانقاہ برکاتیہ میں فراغ پاکر فرنگی محل کے علما مولانا انوار احمد صاحب فرنگی محلی، حضرت مولانا عبدالواسع سیدنپوری، اورحضرت مولانا شاہ نورالحق رزاقی لکھنوی عرف ملانور سے کتب معقولات ،علم کلام وفقہ واصول فقہ کی تحصیل وتکمیل فرمائی۔ اورسلسلہ رزاقیہ کی سند واجازت سے مشرف ہوئے ۱۲۲۶ھ میں حضرت شیخ العالم عبدالحق ردولوی (م ۸۷۰ھ) کے عرس کے مبارک موقع پر مشاہیر علما ومشائخ کی موجودگی میں دستارفضیلت سے سرفراز فرمایا گیا۔حضرت اچھے میاں قدس سرہ کے ارشاد کے بموجب حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے

درس حدیث میں شریک ہوئے۔ صحاح ستہ کا دورہ کرنے کے بعد سلاسل حدیث وطریقت کی سندیں مرحمت ہوئیں اور سند علم ہندسہ، دو مقالہ اقلیدس سنا کر مولانا نیاز احمد صاحب بریلوی سے حاصل کی۔ (برکات مارہرہ ونور مدائح حضور، ص ۸۱)

حضرت کو خلافت واجازت حضور سیدی اچھے میاں قدس سرہ سے تھی، والد ماجد نے بھی اجازت مرحمت فرمائی تھی مگر مرید حضرت اچھے میاں قدس سرہ کے سلسلہ میں فرماتے تھے حضرت خاتم الاکابر شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ العزیز سلسلہ عالیہ قادریہ کے سینتیسویں (۳۷) امام وشیخ طریقت ہیں، آپ تیرہویں صدی ہجری کے اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے، آپ کی وہ عظیم شخصیت تھی جس کی مساعی وکوشش سے اسلام ومذہب اہلسنت وجماعت کو استحکام حاصل ہوا۔ بڑے شفیق اور مہربان تھے۔ غربا ومساکین کی ضرورتوں کو پوری کرتے۔ علوم ظاہر وباطن میں ماہر تھے۔، آپ کے مکاشفہ میں عجیب شان تھی، اپنے اسلاف کی زندہ وتابندہ یادگار تھے۔ آپ کے دور میں سلسلہ برکاتیہ کی کافی اشاعت ہوئی۔ آپ کی شان بڑی ارفع اعلیٰ ہے، حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا جلیل القدر فاضل وعارف آپ کے فضائل میں یوں رطب اللسان ہے:۔

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آل رسول
خوشا سرے کہ کنندش فدائے آل رسول(۶)

آج کل تو پیری مریدی کیا، خلافت واجازت بھی عام ہوگئی ہے۔ حضرت سیدنا آل رسول مارہروی رضی اللہ عنہ اس سلسلہ میں بہت محتاط تھے جب تک ریاضت شاقہ کے صبر آزما مراحل سے گزار نہیں لیتے خلافت نہیں بخشتے تھے۔ حضرت الشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید وخلیفہ مولانا صوفی عبدالرحمان صاحب اپنا حال بیان فرماتے ہیں کہ:

"سلوک ومعرفت کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد میرے پیر ومرشد قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ مارہرہ حاضر ہو اور حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول مارہروی قدس اللہ تعالیٰ سرہ سے سند تکمیل لاؤ۔ میں حاضر خدمت خاتم الاکابر ہوا اور عرض حال کیا۔ درود اویسیہ کی اجازت چاہی، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ چار اربعین یہاں حاضر رہو۔ اس وقت دیکھا جائے گا۔ میں حاضر رہا اور حسب ہدایات حضور کسب وورد واشغال کرتا رہا، چار اربعین کے ختم پر سند

تکمیل واجازت عامہ وخلافت مرحمت فرمائی۔(۷)

حضرت رضاؔ بریلوی علوم ظاہری و باطنی کے ماہر وعارف ضرور ہو چکے تھے۔مگر دل کسی قبلہ جاناں کی آستاں بوسی کے لیے مضطرب تھا، اسی اضطرابی کیفیت سے رنجور ایک دن قیلولہ کے وقت سو گئے خواب میں دادا جان حضرت مولانا رضا علی خان صاحب قبلہ علیہ الرحمہ تشریف لائے اور فرمایا وہ شخص عنقریب آنے والا ہے جوتمہارے اس درد کی دوا کرے گا چنانچہ اس واقعہ کے دوسرے یا تیسرے روز حضرت مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی علیہ الرحمہ تشریف لائے۔ان سے بیعت کے متعلق مشورہ ہوا اور یہ طے ہوا کہ جلد ہی مارہرہ شریف چل کر بیعت ہوجانا چاہئے چنانچہ یہیں سے یہ تینوں حضرات مارہرہ شریف کو چل پڑے (حضرت رضا بریلوی والد ماجد اور مولانا عبدالقادر بدایونی) جب مارہرہ شریف پہنچے اور آستانہ عالیہ برکاتیہ پر حاضری ہوئی تو وہاں کے صاحب سجادہ حضرت سید ناشاہ آل رسول مارہروی سے پہلی ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضرت رضاؔ بریلوی کو دیکھتے ہی جو الفاظ فرمائے تھے وہ یہ تھے،'' آیئے ہم تو کئی روز سے انتظار میں تھے''۔حضرت رضاؔ بریلوی اوران کے والد ماجد بیعت ہوئے اورمرشد برحق نے تمام سلاسل کی اجازت عطا فرما کرتاج خلافت اعلیٰ حضرت کے سر پراپنے دست کرم سے رکھ دیا۔شریعت کی تعلیم وتربیت باپ سے ملی تھی اور طریقت کی تکمیل پیرومرشد نے کرادی۔(۸)

حضرت نوری میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا حضور آپ کے خاندان میں تو خلافت بڑی ریاضت اورمجاہدے کے بعددی جاتی ہے، ان دونوں حضرات کو آپ نے فوراً خلافت عطا فرمادی۔حضرت سیدی شاہ آل رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشادفرمایا کہ'' میاں صاحب'':

'' اورلوگ گندے دل اور نفس لے کرآتے ہیں۔ان کی صفائی کی جاتی ہے، پھر خلافت سے نوازا جاتا ہے۔مگر یہ دونوں حضرات پاکیزگی نفس کے ساتھ آئے تھے، صرف نسبت کی ضرورت تھی، وہ ہم نے عطا کردی، میاں صاحب، ایک فکرعرصے سے پریشان کئے ہوئے تھی، بحمداللہ آج وہ دور ہوگئی۔ قیامت میں جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ آل رسول ہمارے لئے کیالایا؟ تومیں اپنے مولوی احمد رضا خان کو پیش کردوں گا۔''

حضرت مرشد گرامی نے اسی محفل میں حضرت رضاؔ بریلوی کو وہ تمام اعمال واشغال

وغیر ہا عطا فرما دیئے ۔ جو خانوادہ برکاتیہ میں سینہ بہ سینہ چلے آرہے تھے ۔ مرشد برحق کے فیض روحانی کا یہ عالم تھا کہ جب اعلیٰ حضرت بریلوی حویلی سجادگی سے باہر تشریف لائے تو ایسا محسوس ہوا گویا جوانی کے دور کے حضور سیدی آل رسول تشریف لا رہے ہیں ۔ حویلی سے باہر جو فقرا و درویش حاضر تھے انہوں نے حسب دستور قدیم اسم جلالت ''اللہ'' کا نعرہ بلند کیا ۔ چند لمحات کے بعد حضرت رضاؔ بریلوی اپنی شکل میں آ گئے حضرت نوری میاں نے آپ کو '' چشم و چراغ خاندان برکاتیہ'' فرمایا ۔ (۹)

یہ ہے حضرت رضا بریلوی پران کے پیر و مرشد کا فیض باطنی وروحانی اور توجہ خصوصی ونورانی ، اپنے ظاہر و باطن اور سیرت و شخصیت میں وہ سونا تو تھے ہی ، مرشد گرامی کی توجہ نے کندن بنا دیا ۔ قالب پر شریعت کے نقش و نگار تو کھینچے تھے ہی اب قلب بھی محبت خدا کا امین اور عشق مصطفیٰ کا گل کدہ بن گیا ۔

اکابر واحباب

دادا ، والد ، اور پیر و مرشد کے علاوہ اور بھی مشائخ وعلما ہیں جنہوں نے حضرت رِضا بریلوی کی حیات وافکار کو متاثر کیا ۔ ایسے محبین ومحسنین کا دائرہ بہت وسیع ہے ، جس کا احاطہ کرنا اور ہر ایک کے اثرات کا جائزہ لینا اس مختصر مقالے میں ممکن نہیں ان میں سے چند جو علم وفضل میں ممتاز اور اکناف عالم میں اپنی فیوض بخشی کے لیے مشہور ہیں ، صرف ان کے مختصر ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔ ان شخصیات کی اجمالی فہرست یہ ہے ۔

(۱) شاہ ابوالحسن احمد نوری م ۱۳۲۴ھ ، م ۱۹۰۶ء (۲) شاہ عبدالقادر بدایونی م ۱۳۱۹ھ ، م ۱۹۰۱ء (۳) شاہ علی حسین کچھوچھوی م ۱۳۵۵ھ ، م ۱۹۳۶ء (۴) شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی م ۱۳۱۳ھ ، م ۱۸۹۵ء (۵) مولانا محمد کفایت علی کافی شہید م ۱۲۷۵ھ ، م ۱۸۵۸ء (۶) مولانا محمد عمر حیدر آبادی م ۱۳۳۰ھ ، م ۱۹۱۱ء (۷) مولانا وصی احمد محدث سورتی م ۱۳۳۴ھ ، م ۱۹۱۶ء ۔

نور العارفین شاہ ابوالحسین احمد نوری

آپ کی ولادت باسعادت ۱۹ ر شوال المکرم ۱۲۵۵ھ مطابق ۲۶ ر دسمبر ۱۸۳۹ء بروز پنجشنبہ مارہرہ شریف میں ہوئی ۔ اسم گرامی سید ابوالحسین احمد نوری ، تاریخی نام مظہر علی

اور لقب میاں صاحب ہے۔

آپ سادات حسینی زیدی واسطی، بلگرامی والد کی جانب سے ہیں ۔ والدہ ماجدہ حضرت سید محمد صغریٰ بلگرامی قدس سرہ کی بیسویں پشت میں ہیں، آپ کے آبائے کرام ہر عہد میں سردار ومقتدا رہے ہیں، آپ کی عمر شریف جب ڈھائی سال کی ہوئی تو والد ماجد کا انتقال ہوگیا اس لیے آپ کی تعلیم وتربیت کی تمام تر ذمہ داری جدامجد حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ کی آغوش تربیت میں ہوئی، مکتب میں باضابطہ داخلہ کے بعد آپ نے فارسی ،عربی فقہ، تفسیر، حدیث، لغت، منطق ودیگر علوم وفنون کو حاصل فرمایا۔جن حضرات سے آپ نے علوم باطنی کا اکتساب فرمایا اس میں بھی سرفہرست حضور سید شاہ آل رسول احمدی برکاتی قدس سرہ ہیں جن کی بارگاہ عالی وقار میں آپ نے بدرجۂ اتم فیض روحانی واسناد باطنی کی تحصیل کی اور خلافت واجازت سے مشرف ہوئے،آپ کا حلقہ بیعت وارشاد بہت وسیع تھا آپ اصلاح باطن سے سے پہلے اصلاح ظاہر کا ،خصوصاً عقیدہ کی صحت کا خاص خیال فرماتے تھے، ابھی آپ کی عمر شریف سات سال سے زیادہ نہ تھی کہ حضور خاتم الاکابر شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ کے حکم کے مطابق صوم وخلوت اوراشغال اوراوراد میں مصروف ہوئے، یہاں تک اٹھارہ سال تک ذکر جلالی وجمالی میں مشغول وخلوت گزیں رہے، اورسلوک کو باقاعدہ حاصل فرماکر فنائے معنوی سے بقائے حقیقی کے مقام پر فائز ہوئے ۔تصوف کے ذریعہ ہندوستان میں اسلامی معاشرہ ودینی حمیت کی ترویج واشاعت آپ تمام عمر فرماتے رہے۔

آپ کو حضرت رضاؔ بریلوی کے استاذ ہونے کا بھی شرف حاصل ہے، حضرت رضاؔ بریلوی فرماتے ہیں، جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ میں شرف بیعت سے مشرف ہوا تعلیم طریقت حضور پرنور پیرومرشد برحق سے حاصل کیا، ۱۲۹۶ھ میں حضرت کا وصال ہوا تو قبل وصال مجھے حضرت سیدنا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری اپنے ابن الابن ولی عہد وسجادہ نشین کے سپرد فرمایا۔ حضرت نوری میاں صاحب سے بعض تعلیم طریقت وعلم تکسیر، علم جفر وغیرہ علوم میں نے حاصل کیے۔(۱۰)

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے اڑتیسویں (۳۸) امام اورنامی گرامی شیخ طریقت ہیں ۔آپ کے مناقب پر حضرت رضاؔ بریلوی قدس سرہ العزیز نے ایک طویل نظم تحریر فرمایا ہے جس کا پہلا مصرع اس طرح ہے: ۔

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین
سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابوالحسین

شاہ عبدالقادر بدایونی

عالم جلیل شاہ فضل رسول بدایونی (م ۱۲۷۹ھ م ۱۸۶۲ء) کے فرزند اور علامہ فضل حق خیر آبادی (م ۱۲۷۸ھ م ۱۸۶۱ء) کے شاگرد تھے جن پر خود استاد کو ناز تھا اور وہ ذکاوت وجودت طبع میں ابوالفضل اور فیضی پر ترجیح دیتے تھے حضرت رضاؔ بریلوی کو مولانا عبدالقادر سے بڑی عقیدت و محبت تھی، علمی مسائل میں ان سے مشورے بھی لیتے تھے اور اس سلسلہ میں کئی کئی روز بدایوں قیام کرتے تھے، حضرت رضاؔ بریلوی نے قصیدہ چراغ انس انہیں کی منقبت میں لکھا ہے، جس کا ایک شعر یہ ہے۔

سنیت سے پھرا ہدیٰ سے پھرا
اب جو تجھ سے پھرا محب رسول
آج قایم ہے دم قدم سے تیرے
دین حق کی بنا محب رسول

علامہ فضل حق کو اپنے شاگرد پر بڑا ناز تھا، فرماتے تھے کہ صاحب قوت قدسیہ ہر زمانے میں ظاہر نہیں ہوتے اگر اس زمانے میں کسی کو مانا جائے تو آپ ہیں، حضرت رضاؔ بریلوی شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی کی بہت عزت کرتے تھے۔قصیدہ آمال الابرار وآلام الاشرار میں علمائے اہلسنت کی تعریف میں فرمایا ہے:

اذا حلوا تمصرت الایادی
اذار احوا فصار المصربید

یہ علمائے کرام ایسے ہیں جب کسی ویرانہ میں اترتے ہیں تو ان کے دم قدم سے وہ پُر رونق شہر ہو جاتا ہے اور جب وہ کسی شہر سے روانہ ہوتے ہیں تو شہر ویران ہو جاتا ہے، حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہی شان تھی۔(۱۱)

شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی

۲۲/ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ دوشنبہ صبح صادق کے وقت متولد ہوئے۔ حضرت مولانا گل محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بسم اللہ خوانی، مولوی امانت علی کچھوچھوی اور مولانا قلندر بخش کچھوچھوی سے فارسی، عربی کی تحصیل کی ۱۲۸۲ھ میں اپنے برادر اکبر حضرت شاہ اشرف حسین قدس سرہ سے مرید ہوکر تکمیل سلوک فرما کر اجازت وخلافت حاصل فرمائی۔ ۱۲۹۳ھ میں پہلا حج کیا دربار نبوی سے خاص نعمتیں مرحمت ہوئیں ۱۳۲۹ھ میں مسند سجادگی پر فائز ہوکر مصروف ہدایت وارشاد ہوئے، حضرت شاہ آل رسول مارہروی سے بھی اجازت حاصل تھی، حضرت رضاؔ بریلوی آپ سے اورآپ حضرت رضاؔ بریلوی سے بہت محبت فرماتے تھے۔ حضرت مولانا اظہار اشرف مدظلہ کی روایت ہے کہ ایک بار شیخ المشائخ قدس سرہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پاک کے اندر سے فاتحہ پڑھ کر نکل رہے تھے اوراعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز بغرض فاتحہ جارہے تھے کہ حضرت رضاؔ بریلوی کی نظر حضرت علی حسین قدس سرہ پر پڑی تو دیکھا بالکل ہم شکل محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے اسی وقت برجستہ یہ شعر کہا:؎

اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں

اے نظر کردہ پروردۂ شہ محبوباں (۱۲)

آپ کے فیوض ظاہری و باطنی سے برصغیر کا ایک بڑا حصہ مستفیض ہوا خلفا میں اکابر علما کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے۔سلسلہ اشرفیہ کو آپ سے حیات نو عطا ہوئی:

حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی

حضرت رضاؔ بریلوی کے احباب میں تھے گو رضاؔ بریلوی سے ۲۰/سال بڑے تھے، مولانا لطف اللہ علی گڑھی اورمولانا احمد علی سہارنپوری سے تکمیل علوم فرمائی پھر شاہ فضل الرحمان گنج مرادآبادی سے سند حدیث اور سند خلافت حاصل کی، محدث سورتی نے چالیس برس تک درس حدیث دیا، اور مدرسۃ الحدیث کے نام سے ایک مدرسہ پیلی بھیت (یوپی بھارت) میں قائم کیا۔ جہاں بڑے بڑے فضلا فارغ التحصیل ہوئے۔محدث سورتی کی حدیث وفقہ پر متعدد تصانیف ہیں جن میں سے بعض چھپ چکی ہیں۔علم حدیث میں آپ کو جو مہارت تھی اس دور میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

آپ کے شاگرد رشید حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی تحریر فرماتے ہیں کہ میرے

استاذفن حدیث کے امام کو بیعت حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی سے تھی، مگر حضرت کی زبان پر پیرومرشد کا ذکر میرے سامنے کبھی نہ آیا، اوراعلیٰ حضرت کے بکثرت تذکرے محویت کے ساتھ فرماتے رہے، میں نے ایک دن یہی بات عرض کیا، فرمایا کہ جب میں نے پیرومرشد سے بیعت کی تھی، بایں معنی مسلمان تھا کہ میرا ساراخاندان مسلمان سمجھا جاتا تھا، مگر جب میں اعلیٰ حضرت سے ملنے لگا تو مجھ کو ایمان کی حلاوت مل گئی، جس نے حقیقی ایمان بخشا اس کی یاد سے اپنے دل کو تسکین دیتا ہوں۔ (۱۳)

مولانا کفایت علی کافیؔ شہید

حضرت رضاؔ بریلوی کی ولادت کے تقریباً دوسال بعد ۱۸۵۸ء میں شہید کئے گئے۔ مگر حضرت رضاؔ بریلوی کو ان سے اتنی عقیدت ومحبت تھی کہ نعتیہ شاعری کا ان کو شہنشاہ کہتے ہیں اورخود کو ان کا وزیراعظم، مولانا کفایت علی کافیؔ نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ابوسعید مجددی، رام پوری سے تحصیل علم حدیث کی، علم حدیث میں تبحر اور نعتیہ شاعری میں کمال حاصل تھا سنت نبوی کا نمونہ تھے، مراد آباد کے صدر الشریعہ رہے، انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد کی آپ نے خوب خوب تشہیر کی جس کی پاداش میں جنرل جونس کے حکم سے ۲۵ / اپریل ۱۸۵۸ء کو مراد آباد میں برسرعام تختہ دار پر لٹکا دیے گئے۔

نعتیہ شاعری میں رضاؔ بریلوی نے انہیں سے فیض حاصل کیا، انہوں نے ایک ایسا نمونہ پسند کیا جو عالم بھی تھا، محدث بھی تھا، مجاہد بھی تھا اورشہید بھی، اس سے رضاؔ بریلوی کے اندازفکر کا پتہ چلتا ہے۔ (۱۴)

شاہ فضل الرحمان گنج مراد آبادی

آپ نے فرنگی محل میں پڑھا اورشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے بخاری شریف کی سماعت کی، گنج مراد آباد میں مستقل قیام کیا، حضرت رضاؔ بریلوی اپنے دوست مولانا وصی احمد محدث سورتی کے ہمراہ گنج مراد آباد حاضر ہوئے تو شاہ صاحب نے قصبہ سے باہر نکل کر ان کا استقبال کیااورفرمایا مجھے آپ میں نورہی نورنظرآتا ہے، یہ وہی کلمات ہیں جو پہلے حج کے موقع پر شیخ صالح بن حسین جمل اللیل مکی نے فرمائے تھے۔ جس کو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ مولانا رحمان علی نے نقل کیا ہے۔ (تذکرہ علمائے ہند۔ ص ۱۶)

مولانا محمد عمر حیدرآبادی

یہ بھی حضرت رضاؔ بریلوی کے احباب میں تھے۔آپ عالم بھی تھے اور عارف بھی ، اصلاح معاشرہ کے لیے کوشاں رہتے تھے، ۱۳۲۷ھ میں دارالعلوم منظر اسلام (بریلی) کے جلسہ دستار بندی میں بریلی آئے تو حضرت رضاؔ بریلوی نے بڑی پذیرائی کی، پھر جب ۲۰ رصفر ۱۳۳۰ھ کو ان کا انتقال ہوا تو عربی میں قطعۂ تاریخ وفات لکھا۔ (تذکرہ علمائے اہلسنت مولانا محمود احمد قادری۔ص ۱۸۷)

قرآن وحدیث

یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ انسان کا مطالعہ جیسا وسیع وعمیق ہوگا اس کے فکر میں ویسی ہی گہرائی اور خیال میں ویسی ہی رعنائی ہوگی، کتاب چوں کہ انسان کی خلوت کی بہترین رفیق ہے اس لئے جیسی اور جس معیار ووقار کی کتاب ہوگی انسانی سیرت پر اس رفاقت کے ویسی ہی اثرات مرتسم ہوں گے یعنی کتاب اگر مہذب اخلاق ہے تو اخلاقی قدریں ویسی اجاگر ہوں گی اور اگر مخرب اخلاق ہے تو کردار ومعیار کا قحط زدہ ہونا یقینی اور بدیہی امر ہے، کتابوں کے ہجوم میں ''قرآن وحدیث'' وہ عظیم المرتبت کتابیں ہیں جن میں ایک کو خدا کا اور دوسرے کو مصطفی کا کلام ہونے کا شرف وفخر حاصل ہے یہ ایک ایسی فضیلت ہے کہ کوئی اور فضیلت ورفعت نہ بھی بیان کی گئی ہوتی تو ان کی عظمت واقعی کے لیے یہ نسبت کافی تھی ، باوجود اس کے دونوں کی فضیلت پر آیات واحادیث کا ذخیرہ موجود ہے ،جس کا نتیجہ ہے کہ ہر مومن کے صالح قلب اور سالم دماغ میں ان دونوں کی محبت وعظمت کے ان گنت گلاب ہر وقت کھلتے اور خوشبو لٹا تے رہتے ہیں ۔ ایک مسلمان کی مسرت وبصیرت اور دارین کی سعادت کا جو گنجینہ اس کے اندر محفوظ ہے، اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔

دین اسلام کا حقیقی سر چشمہ قرآن حکیم ہے اور حدیث نبوی بھی اصلاً کتاب مقدس ہی کی شارح وترجمان ہے ، ہدایت انسانی کا نسخہ کیمیا، اورامراض روحانی کی اکسیر شفا اسی جامع ومکمل صحیفہ آسمانی کے اوراق میں محفوظ ہے، اس کی آیات بینات سے حقایق ومعارف کے چشمے ابلتے ہیں اور اسرار حیات کے سوتے بھی پھوٹتے ہیں جن سے انسانی فطرت سیراب ہوتی ہے۔

اسی کلام الٰہی اور دستور حیات پر جس کی جتنی گہری نظر ہوگی اسے حقایق اشیا کے ادراک اور اس کی صحیح معرفت میں اتنا ہی کمال نصیب ہوگا اور مقاصد ومطالب دین تک پہونچنے میں قدم قدم پر اس کی مکمل رہنمائی بھی ویسی ہی ہوتی رہے گی ، حضرت رضاؔ بریلوی کے سینے میں قرآن فہمی کی خدا داد صلاحیت ودیعت کی گئی تھی جب بھی کسی مسئلہ کی تحقیق کے لیے قلم اٹھاتے تو عموماً سب سے پہلے ام الکتاب ہی کے دریائے حکمت سے اکتساب فیض کرتے اور اس کے سایۂ رحمت میں سفر شوق طے کرتے ،جس کی محسوس برکتیں یہ ہیں کہ انہوں نے اپنے یقین ووجدان کی حد تک شاید ہی کبھی کسی مسئلے میں لغزش کھائی ہو، ان کی جو کتاب یا رسالہ اٹھائیے آغاز بحث کے ساتھ پہلی ہی نظر میں کچھ آیتیں ضرور نظر آئیں گی ، اس سے حضرت رضاؔ بریلوی کے کلام الٰہی سے والہانہ لگاؤ ، گہرا مطالعہ ، نباض طبیعت اور اخاذ ذہن اور قرآن کریم کے اسرار و رموز حقایق ومعارف پر آپ کی قدرت کا پتہ چلتا ہے ، یہی وجہ ہے کہ آپ نے قرآن مجید کا جوفی البدیہہ اور برجستہ ترجمہ کیا ہے۔ وہ کلام الٰہی کا صحیح معنی میں ترجمان اور اسرار الٰہی کا پاسبان ہے ۔مولانا بدرالدین احمد بہت سی امتیازی خصوصیات گناتے ہوئے اخیر میں تحریر فرماتے ہیں ۔

بس اتنا سمجھ لیجیے کہ قرآن حکیم قادر مطلق جل جلالہ کا مقدس کلام ہے ۔ اور کنزالایمان اس کا مہذب ترجمان ہے ۔ اور کیوں نہ ہو کہ یہ ترجمہ اس کا پیش کردہ ہے، جو عظمت مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کا علم بردار، تائید رحمان کا سرمایہ دار، حقایق قرآن کا ماہر، دقایق آیات کا عارف ہے۔(۱۵)

آپ قرآن حکیم کے بحر ذخار کے گہرچیں ، اور آپ کا سینہ قرآن کے علوم ومعارف کا دفینہ ہے، تفصیل مولانا ایوب علی کی زبانی ۔

’’ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت قبلہ ، مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس میں بدایوں تشریف لے گئے وہاں ۹ بجے صبح سے ۳ بجے تک کامل چھے گھنٹے سورۂ والضحیٰ پر حضور کا بیان ہوا۔ پھر فرمایا کہ کہ اس سورۂ مبارکہ کی کچھ آیات کریمہ کی تفسیر میں اسی (۸۰) جز رقم فرما کر چھوڑ دیا۔اور فرمایا کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے کلام پاک کی تفسیر لکھ سکوں۔‘‘(۱۶)

پھر بھی آپ نے توضیحی حواشی کا کام شروع کردیا تھا، سورۂ فاتحہ وسورۂ بقرہ کی چند آیات پر کام ہوا بھی تھا، پھر کیا ہوا فقیہ النفس مفتی مطیع الرحمٰن بیان فرماتے ہیں ۔

''ان حواشی کا ابتدائی حصہ مجھے بریلی شریف کے ایک ناگفتہ بہ مقام سے ملا، یہ نہیں کہہ سکتا کہ حاشیہ کے اس مقام تک پہنچ کر دوسری اہم دینی ضرورتوں نے امام احمد رضا کو عنان قلم اپنی طرف منعطف کر دینے پر مجبور کر دیا اور اس طرح یہ توضیحی حواشی تشنۂ تکمیل رہ گئے، یا پھر امام احمد رضا کی دوسری بہت سی اہم تصنیفات کے ساتھ ساتھ اس کے باقی حصے بھی دست برد زمانہ کی نذر ہوگئے۔ یہ توضیحی حواشی اگرچہ ناتمام ہیں پھر بھی ان کی اہمیت وافادیت سے صرف نظر ممکن نہیں۔''(۱۷)

حضرت رضاؔ بریلوی کے ترجمہ قرآن اور اس ترجمہ کے افق سے پھوٹنے والی کرن اور اس کرن کے بطن سے ابھرنے والے برکات واثرات کو علامہ غلام رسول سعیدی یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

ذات وصفات جبر وقدر، اورنبوت ورسالت کے نازک مسائل کو جس عمدگی اور اختصار کے ساتھ ترجمہ کی سحر کاری سے سہل کیا ہے۔ امام رازی اگر اسے دیکھ پاتے تو بے اختیار آفریں کہتے، ابن عطا وجبائی کے سامنے یہ ترجمہ ہوتا تو شائد اعتزال سے توبہ کر لیتے خامۂ تصوف سے جس طرح اعلیٰ حضرت نے آیات کے بطن کو ترجمہ میں ڈھالا ہے، غزالی ہوتے تو دیکھ کر وجد کرتے، ابن عربی شاد کام ہوتے، اور سہروردی دعائیں دیتے، ترجمہ کے ضمن میں جو فقہی نگینے لائے ہیں اگر امام اعظم پر پیش کئے جاتے تو یقینا مرحبا کہتے، اور اگر ابن عابدین اور سید طحاوی کے سامنے یہ فقہی آبگینے ہوتے تو اعلیٰ حضرت سے تلمذ کی آرزو کرتے۔(۱۸)

علوم وعرفان کلام الٰہی سے شغف اور نکات آیات پر ژرف نگاہی کی طرح افکار وانوار حدیث پر بھی آپ کی نظر بہت بلند اور دوررس تجلیات کی حامل تھی، قرآن وحدیث سے عشق کی حد تک آپ کو محبت تھی جس کے لازمی اثرات ثمرات میں کہ ان دونوں کے فیوض وبرکات سے آپ کی سیرت کا گوشہ گوشہ روشن وتابناک ہے، اپنی تصنیف وتالیف، تحریر وتقریر سے آپ نے پوری زندگی ان کے آفاقی پیغام کی اشاعت کی، جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے حدیث شریف کی کون کون سی کتابیں درس کی ہیں۔ تو آپ نے جواباً فرمایا:

'' مسند امام اعظم، موطا امام محمد، کتاب الآثار امام محمد، کتاب الخراج امام

ابو یوسف کتاب الحج، امام محمد شرح معانی ال آثار امام طحطاوی، موطا، امام مالک، مسند امام شافعی، مسند امام محمد، سنن دارمی۔ بخاری، مسلم ابوداؤد، ترمذی نسائی، ابن ماجہ، خصائص نسائی، منتقی الجار، ذوعلل، متناہیہ، مشکوۃ، جامع کبیر، جامع صغیر، ذیل جامع صغیر، منتقی ابن تیمیہ، بلوغ المرام، عمل الیوم واللیلہ ابن السنی، کتاب الترغیب، خصائص کبری، کتاب الفرج بعد الشدت، کتاب الاسماء والصفات، وغیرہ پچاس سے زائد کتب حدیث میرے درس وتدریس ومطالعہ میں رہیں۔ (اظہار الحق الجلی، ص ۲۵، ۲۴)

جس محدث کے زیر مطالعہ پچاس سے زائد کتب حدیث رہی ہوں علم حدیث میں اس کے بلند مرتبہ کا کیا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے۔

محدث اعظم ہند کچھوچھوی تحریر فرماتے ہیں۔

''علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجیے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں، ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اس کی روایت ودرایت کی خامیاں ہر وقت از بر۔'' (۱۹)

حضرت رضاؔ بریلوی کے تلمیذ رشید اور خلیفہ علامہ محمد ظفر الدین بہاری رضوی نے بالخصوص آپ کی کتابوں سے اخذ کر کے احادیث کا ایک عظیم مجموعہ مرتب کیا ہے، جو چھ مجلدات پر مشتمل ہے اس کی دوسری جلد کے دیباچہ میں وہ لکھتے ہیں:

ولنقدم قبل الشروع المقصود مقدمته یشتمل فوائد النقطها من تصانیف العلماء لا سیما سیدی وملازی، شیخی واستادی مولانا الشاہ احمد رضا خان القادری، الخ

جامعہ ملیہ دہلی کے استاد ایس ایم خالد الحامدی (شعبہ عربی) نے اپنی تحقیق میں حضرت رضاؔ بریلوی کی علم حدیث پر تالیفی خدمات کی تعداد چالیس بتائی ہے۔(۲۰)

ایک جلیل القدر محدث کے لیے ضروری ہے کہ وہ ضبط حدیث میں پوری مہارت اور کامل درک رکھتا ہو، ضبط حدیث کے دو اہم مرتبے یہ ہیں۔

(۱) حفظ احادیث (۲) حفظ کتب

حضرت رضاؔ بریلوی کی قوت حفظ کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ کوئی کتاب دیکھ لیتے تو

دوتین مہینے تک کے لیے الفاظ وعبارت اور عمر بھر کے کیے مضمون محفوظ ہوجاتا تھا۔

مولانا یٰسین اختر مصباحی تحریر فرماتے ہیں:

خدا کے فضل خاص اور پھر قوت حفظ کا یہ فیض تھا کہ صرف الملفوظ میں تقریباً ساڑھے چارسو احادیث کریمہ جو مخصوص مجالس میں زبانی بیان کی گئیں ، نہ تو ایک موضوع متعین اور نہ پہلے سے کوئی تیاری کسی کو کیا معلوم کہ آج کون سا پہلو زیر بحث ہوگا۔(۲۱)

۱۳۰۳ھ مدرستہ الحدیث پیلی بھیت کے تاسیسی جلسہ میں حضرت محدث سورتی کی خواہش پر اعلیٰ حضرت نے علم الحدیث پر متواتر تین گھنٹوں تک پرمغز اور مدلل کلام فرمایا، جلسے میں موجود سارے علمائے کرام نے کافی تحسین کی، مولانا خلیل الرحمن بن مولانا احمد علی محدث سہارنپوری نے تقریر ختم ہونے پر بے ساختہ اٹھ کر اعلیٰ حضرت کی دست بوسی کی اور فرمایا اگر اس وقت والد ماجد ہوتے تو وہ علم حدیث میں آپ کے تبحر علمی کی دل کھول کر داد دیتے ، اورانہیں کواس کا حق بھی تھا محدث سورتی اور مولانا محمد علی مونگیری (بانی ندوۃ العلما لکھنو) نے بھی اس کی پرزور تائید کی۔(۲۲)

حفظ حدیث میں ان کے کمال کا مشاہدہ کرنا ہوتو ان کی تصانیف کا مطالعہ کیا جائے ورق ورق پر احادیث وآثار کی برکتیں شمس وقمر کی طرح درخشاں وتاباں ہیں کتب احادیث سے کسی مسئلہ کی تائید کے لیے اس کے ابواب وفصول کا ذہن میں محفوظ رہنا اور بوقت ضرورت اس سے مکمل استفادہ کرنا یہ بڑی وسعت مطالعہ کا کام ہے۔ حفظ کتب کے میدان میں بھی حضرت رضاؔ بریلوی کی نظیر نظر نہیں آتی۔نموناً صرف تین کتابیں پیش ہیں۔

۱) الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیہ: کے نام سے آپ کی ایک وقیع کتاب ہے، متعدد آیات کریمہ اور ڈیڑھ سو نصوص فقیہ کے علاوہ آپ نے سجدہ تحیہ کے تحریم کے ثبوت میں چالیس احادیث بھی پیش کی ہیں ، خود لکھتے ہیں، حدیث میں چہل حدیث کی بہت فضیلت آئی ہے، ائمہ وعلمانے رنگ رنگ کی چہل حدیثیں لکھی ہیں ، ہم بتوفقیہ تعالیٰ یہاں غیر خدا کو سجدہ (تحیت) حرام ہونے کی چہل حدیثیں لکھتے ہیں۔

۲) الامن والعلی لناعتی المصطفی بدافع البلاء: میں آیات کریمہ اور

دیگر نصوص کے علاوہ وجہ اول پر ساٹھ (۶۰) احادیث اور وجہ دوم میں دوسو چالیس (۲۴۰) احادیث شریفہ سے استشہاد کیا گیا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دافع البلاء کہنے کا اثبات واحقاق ہے۔

۳) جزاء اللہ عدوہ باباء ختم النبوۃ: میں تیس نصوص قطعیہ کے علاوہ ایک سوتیس (۱۳۰) احادیث سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبین ہونے کی وضاحت کی ہے اور اس کا ثبوت دیا ہے، یہ تو بطور نمونہ ہم نے تین مثالیں دی ہیں ان کی جو بھی تصنیف دیکھی جائے، احادیث کی لمبی لمبی قطاریں بہاریں دکھاتی نظر آتی ہیں۔

محدث اعظم کچھوچھوی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے استاذ محترم محدث سورتی علیہ الرحمۃ سے دریافت کیا کہ علم حدیث میں ان کا (حضرت رضاؔ بریلوی کا) کیا مرتبہ ہے، فرمایا، وہ اس وقت ''امیر المومنین فی الحدیث ہیں'' پھر فرمایا صاحبزادے، اس کا مطلب سمجھا؟ یعنی اگر میں اس فن میں عمر بھر ان کا تلمذ کروں تو بھی ان کے پاسنگ کے برابر نہ ٹھہروں۔(۲۳)

یہاں یہ بتادینا ضروری ہے کہ محدث سورتی کا علم حدیث میں بڑا ہی عظیم مقام تھا۔ وہ پوری بخاری شریف کے ایسے حافظ تھے کہ اسے شبینہ کے طور پر سنا سکتے تھے۔(۲۴)

سُلوک وتصوُّف

دور حاضر میں سلوک وتصوف بھی بدقسمتی سے ان عناوین میں شامل ہے جس پر بے محابا، بے تکلف، کھلے بندوں گفتگو کی جاتی ہے، بعض متصوفہ تو ایسے ایسے اسرار پر موشگافیاں کرنے میں ذرہ بھر تامل نہیں کرتے جن پر بحث کرتے ہوئے اکابر صوفیہ کے بھی پر جلتے تھے نتیجہ یہ کہ اس بحر کی لہر سے بے خبر اپنے آپ کو فخر سے صوفی کہلواتے پھرنے والوں کا ایک گروہ معرض وجود میں آچکا ہے، جس سے دین وملت دونوں کا عظیم نقصان ہے، شاید انہیں پتہ نہیں کہ اس سمندر میں کتنی کشتیاں غرق، اور کتنے بیڑے ناپید ہو چکے ہیں، کتنوں کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا اور کتنوں کو ایمان سے، یہ راہ بے خطر نہیں سراسر پر خطر ہے، اس لیے راہ کی جادہ پیائی کے لیے اس کے نقوش وخطوط، اور ارباب شریعت کی کامل رہنمائی اور رہبری کی ضرورت

ناگزیر ہے۔

حضرت رضاؔ بریلوی نے اس گلشن کو بھی اپنے فکر وخیال کے پھولوں سے مالا مال اور اس شبستان کو نئے نئے چراغوں سے روشنی عطا کی ہے۔ گردش ایام کے بیجا تصرف نے اگر کہیں پر دانستہ یا نادانستہ دست درازی کی تھی تو بحسن وخوبی اس کی بھی اصلاح کا فریضہ انجام دیا ہے، اور اگر اس محل کے بعض کنگورے طوفان حوادث سے لرز گئے تھے تو بلند وبالا مینار بھی آپ نے وضع فرمائے ہیں۔ اس طرح دوسرے علمی فکری شاخوں کی طرح تصوف بھی آپ کا ممنون احسان ہے کہ آپ کے تصور وتفکر اور جلوت وخلوت کی ریاضت ومحنت نے اسے فروغ ہی نہیں دیا۔ تحفظ کا قصر بھی بخشا ہے، سلوک وتصوف کے تعلق سے آپ نے جتنا اور جو کچھ بھی کیا ہے اس سے ایک طرف آپ کے تصوف پر عمیق مطالعہ کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف خود آپ کے صوفیٔ باصفا، عارف باللہ ہونے کا یقین واذعان حاصل ہوجاتا ہے۔ بلکہ اس شعبہ میں بھی آپ کی امامت وقیادت تسلیم کرنا پڑتا ہے مولانا محمد احمد مصباحی رقم طراز ہیں:

''اگر ایک طرف وہ صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی اور محدث اعظم مولانا سید محمد کچھوچھوی کے استاذ جلیل، حافظ صحیح بخاری مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہم کے بلند پایہ درسگاہی سوالات کا حل لکھ رہے ہیں تو دوسری طرف مولانا سید شاہ احمد اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اہم خانقاہی سوالات کے جوابات دے رہے ہیں، عظیم مفتی ومحقق مولانا ارشاد حسین رام پوری (م ۱۳۱۱) کے فتوے کی تنقید وتصحیح کرتے ہوئے دیکھے جارہے ہیں تو سید نورالدین رئیس اعظم بڑودہ کے دقیق سوالات تصوف کی برجستہ شرح فرماتے ہوئے بھی نظر آرہے ہیں، حتیٰ کہ اعلیٰ حضرت کے مربی طریقت حضرت سید مولانا شاہ ابوالحسن احمد نوری قدس سرہ کے اہم علمی وخانقاہی سوالات کے جوابات بھی لکھ رہے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کی جلدوں اور مختصر رسائل کے صفحات پر اس سے زیادہ مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں، جو یہ ثبوت فراہم کرنے کے لیے کافی سے زائد ہیں کہ یہ عبقری زمانہ شریعت وطریقت دونوں کا عالم اور علماء وصوفیہ دونوں کا امام ہے۔''(۲۵)

آپ نے اپنی انیس (۱۹) کتابوں میں تصوف کی الجھی ہوئی گتھیاں سلجھائی اور چہرہ تصوف کو حقیقت ومعرفت کا غازہ بخشا ہے، تصوف کے تمام گوشوں کا محاصرہ ومحاکمہ کرتے

ہوئے روح تصوف کو ایسا نکھار دیا ہے کہ دور سے اس کی تابندگی محسوس کی جاسکتی ہے۔

تصوف کیا ہے؟ اس سلسلہ میں سیدی عبدالوہاب شعرانی کی طبقات کبریٰ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

التصوف انما هو زبدة عمل العبد باحكام الشريعه

''تصوف کیا ہے؟ بس احکام شریعت پر بندے کے عمل کا خلاصہ ہے۔'' (۲۶)

سیدی ابوعبداللہ محمد بن خفیف ضبی قدس سرہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

التصوف تصفية القلوب واتباع النبى صلى الله تعالى عليه وسلم فى الشريعه

تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت میں نبی ﷺ کی پیروی ہو، (ایضاً) تصوف طریقت ہی کا دوسرا نام ہے، اور طریقت اس راہ کا نام ہے جو خدا تک پہنچانے والی ہو، اب خدا تک پہنچانے والی راہ کون ہے اسے سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیان فیض ترجمان سے مجلّٰی کرتے ہیں۔

'' اقرب الطرق الى الله تعالىٰ لزوم قانون العبوديته والاستمساك بعروته الشريعته ، اللہ عزوجل کی طرف سب سے زیادہ قریب راستہ قانون بندگی کو لازم پکڑنا اور شریعت کی گرہ کو تھامے رہنا ہے۔ (بہجۃ الاسرار ص ۵۰) (ایضاً ص ۱۶)

ارباب دل ونظر کے ان ارشادات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ طریقت شریعت کی پیروی سے ہی حاصل ہوتی ہے، اصل تصوف تصفیہ قلب اور اتباع شریعت ہے سچا ولی وہی ہوگا جو سید الکونین ﷺ کی اطاعت وپیروی میں سچا ہو، حضرت ابوالقاسم قشیری رضی اللہ عنہ کے رسالہ قشیریہ کے حوالے سے سیدی ابوالعباس احمد بن محمد الادمی کا فرمان نقل کرتے ہیں'' من الزم نفسه آداب الشريعته فى او امره وافعاله واخلاقه (رسالہ قشیریہ ص ۳۰) جو اپنے اوپر آداب شریعت لازم کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور معرفت سے روشن کردے گا، اور کوئی مقام اس سے بڑھ کر معظم نہیں کہ نبی ﷺ کے احکام افعال عادات سب میں حضور کی پیروی کی جائے۔ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ ایسی کرامت دی گئی ہو کہ ہوا پر چارزانو بیٹھ سکے تو اس سے فریب نہ کھانا، جب تک یہ نہ دیکھو کہ فرض وواجب ،مکروہ وحرام اور

محافظت حدود و آداب شریعت میں اس کا حال کیسا ہے۔'' (رسالہ قشریہ ص:۱۸)

ان حقایق طریقت کو ضبط تحریر میں لانے سے خود حضرت رضاؔ بریلوی کا بھی تصور تصوف سمجھ میں آتا ہے کہ سلوک و تصوف میں ان کا نظریہ وفکر کیا تھا، تصوف میں وہ کیا چاہتے تھے اور سلوک سے ان کی مراد کیا تھی، جب ہم اس میزان پر حضرت رضاؔ بریلوی کو دیکھتے ہیں تو وہ عظیم صوفی طریقت کی زلف برہم سنوارتے نظر آتے ہیں، تعلیمات تصوف کی مذکورہ بالا ہدایات کی روشنی میں شریعت کی جیسی پابندی آپ نے کی ہے اور کتاب وسنت کے انوار سے جس طرح آپ نے اپنی حیات کے گوشوں کو درخشاں کیا ہے وہ نصب العین کے طور پر پیش کیے جانے کے قابل ہے۔ فرض وواجب تو خیر فرض واجب ہیں انہیں سنت غیر موکدہ اور مستحبات ومباحات کے برکات سے محرومی بھی گوارہ نہ تھی۔ شریعت کی اسی پابندی اور سختی سے عمل کا نتیجہ تھا کہ جوانی ہی میں آپ کا باطن انوار الہیہ سے مزین اور دل فیضان مصطفوی سے معمور تھا۔

عین شباب کے عالم میں تصوف کا جو رنگ آپ پر چڑھا وہ عمر کے تقاضے سے اور چوکھا ہوتا چلا گیا، پوری زندگی اس کا خمار نشۂ عرفان بن کر چھایا رہا اور اسی سرمستی اور سرخوشی میں زندگی کا کارواں گزرتا رہا، جو بھی لکھا اسی میں لکھا اور جو بھی کہا اسی عرفانی خوشی میں ڈوب کر کہا، پیرومرشد کی تربیت اور ولی عہد صاحبزادہ کی توجہ نے حق وصداقت کا معیار بنادیا، بات چاہے شریعت کی ہو یا طریقت کی اصول کے معیار پر اگر کھری اترتی تو تائید وتحسین فرماتے۔ ورنہ اس کی خرابی وکمزوری اور اس سے پھیلنے والے مفاسد کی ایک ماہر سرجن کی طرح تشخیص کرتے اور ضرورت محسوس ہوتی تو آپریشن سے بھی درگزر نہیں کرتے، سلوک وتصوف پر بارہا ظلم وجہل کے بادل چھائے ہیں، اور شریعت متصادم، ایمان شکن تاویلیں کی گئی ہیں، ایک فتنے کے اثرات بد سے ملت کو ابھی پناہ بھی نہیں ملتی کہ دوسرا فتنہ سرابھارنے لگتا، انہیں فتنوں میں سے چند ایک اور اس پر حضرت رضاؔ بریلوی کا تصوف آ گیں، تبصرہ وتنقید پیش خدمت ہے۔

رد عینیت محضہ

ڈاکٹر ولی الدین لکھتے ہیں:

''صوفیہ خام نے عبدورب میں نسبت عینیت کو حقیقی اورغیریت کو وہمی قراردے کر زنادقہ وملاحدہ کی راہ اختیار کی اس لیے کہ یہ اس کے تابع ہیں ۔ جب وہ اٹھتا ہے یہ سب کھڑے ہوجاتے ہیں، وہ چلتا ہے یہ سب چلنے لگتے ہیں، وہ بیٹھتا ہے یہ سب بیٹھ جاتے ہیں تو عین یہ بھی اور وہ بھی ،مگر وہ حاکم ہے، یہ محکوم، اور اپنی نادانی سے یہ نہ سمجھا کہ وہاں تو بادشاہ ہی بادشاہ ہے یہ سب اسی کے عکس ہیں اگر اس سے جواب ہوجائے تو یہ سب صفحہ ہستی سے معدوم محض ہوجائیں گے، ہوکیا جائیں گے اب بھی تو حقیقی وجود سے کوئی حصہ ان میں نہیں ،حقیقتاً بادشاہ ہی موجود ہے باقی سب پرتو کی نمود ہے۔''

اول: ناسمجھ بچے۔انہوں نے گمان کیا کہ جس طرح بادشاہ موجود ہے ۔ یہ سب عکس بھی موجود ہیں کہ یہ بھی تو ہمیں ایسے ہی نظر آتے ہیں جیسے وہ، ہاں یہ ضرور ہے۔ احدیت میں حلول کیے ہوئے اوراس میں پیوست ہے، (خالص الاعتقاد ص ۱۱)مزید فرماتے ہیں: ذات پاک اس کی۔تشبیہ مثل کیف وکم شکل وجسم وجہت ومکان وزمان سے منزہ ، جب عقیدہ یہ ہے کہ ذات باری قدیم ازلی ،ابدی ہے، اس کی تمام صفات بھی کہ وہ ان تمام چیزوں سے جو حادث ہیں یا جن میں مکانیت ہے ، یا ان میں اوران کے اوصاف میں کسی قسم کی تغیر ہونا ، یا اس کے اوصاف کا مخلوق کے اوصاف کی طرح ہونا یہ تمام اس کے لیے محال ہیں، یوں کہے کہ ذات باری تعالیٰ ان تمام حوادث وحوائج سے پاک ہے جو خاصہ بشیریت ہیں، (ایضاً ص۸) آپ اورتو اورنور مصطفی کو عین ذات نہیں جانتے ،فرماتے ہیں حاش للہ یہ کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں کہ نوررسالت یا کوئی چیز، معاذ اللہ ذات الٰہی کا جزیا اس کا عین ونفس ہے ایسا اعتقاد ضرور کفروارتداد ہے۔

(صلات ۱۱الصفا،ص ۳۶)

ہاں اگر نور مصطفی کو نورذات کہا جائے کہ یہ نسبت تشریفی ہے (جیسا کہ بیت اللہ، ناقتہ اللہ) تو جائز ہے۔

دوم: اہل نظر وعقل کامل ۔ وہ اس حقیقت کو پہنچے اوراعتقاد بنائے کہ بے شک وجود میں ایک بادشاہ کے لیے ہے، موجود ایک ہی ہے، یہ سب ظل وعکس ہیں کہ اپنی

حدذات میں اصلاً وجود نہیں رکھتے، اس تجلی سے قطع نظر کر کے دیکھو کہ پھر ان میں کچھ رہتا ہے؟ حاشا عدم محض کے سوا کچھ نہیں۔ اورجب یہ اپنی ذات میں معدوم وفانی ہیں اور بادشاہ موجود، یہ اس نمود میں اسی کے محتاج ہیں اور وہ سب سے غنی، یہ ناقص ہیں وہ تام۔ یہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں، اور وہ سلطنت کا مالک، یہ کوئی کمال نہیں رکھتے، حیات، علم، سمع، بصر، قدرت، ارادہ، کلام، سب سے خالی ہیں اور وہ سب کا جامع، تو یہ اس کا عین کیوں کر ہوسکتے ہیں، لاجرم یہ نہیں کہ یہ سب وہی ہیں بلکہ وہی وہ ہے، اور یہ صرف اس تجلی کی نمود، یہی حق وحقیقت ہے اور یہی وحدۃ الوجود۔

سوم: عقل کے اندھے، سمجھ کے اوندھے، ان ناسمجھ بچوں سے بھی گئے گزرے انہوں نے دیکھا کہ جوصورت بادشاہ کی ہے وہی ان کی۔ جوحرکت وہ کرتا ہے یہ سب بھی تاج جیسا اس کے سر پر ہے بعینہ ان کے سروں پر بھی۔ انہوں نے عقل ودانش کو پیٹھ دے کر بکنا شروع کیا کہ یہ سب بادشاہ ہیں، اور اپنی سفاہت سے وہ تمام عیوب ونقائص جونقصان قوابل کے باعث ان میں تھے خود بادشاہ کوان کا مورد کردیا کہ جب یہ وہی ہیں تو ناقص، عاجز محتاج، الٹے، بھونڈے، بدنما، دھندلے، کاجوعین ہے۔ قطعاً انہیں ذمائم سے متصف ہے۔ تعالی اللہ عمایقول الظلمون علواً کبیرا، انسان عکس ڈالنے میں آئینے کا محتاج ہے، اور وجود حقیقی احتیاج سے پاک، وہاں جسے آئینہ کہئے وہ خودنزدیک عبدورب میں وہی نسبت ہے جو زید اوراس کے اعضا میں، موم اوراس کے مختلف اشکال میں دریا اوراس کی گوناگوں امواج میں ہے، کچے صوفی اور پکے ملحد اس قسم کی بہت سے مثالیں دیتے ہیں۔ (قرآن اورتصوف ص ۱۲۷)

حضرت رضا بریلوی پوری زندگی ''وحدۃ الوجود'' کی حقانیت کے معتقد رہے اپنی متعدد تصانیف میں اس نظریے کی صراحت کی ہے اورعینیت محضہ کے تصور کے پراخچے اڑائے ہیں، ایک جگہ لکھتے ہیں، مرتبہ وجودمیں صرف حق عزوجل ہے کہ ہستی حقیقتاً اس کی ذات پاک سے خاص ہے، وحدت وجود کے جس قدر معنی عقل میں آسکتے ہیں یہی ہیں کہ وجودواحد موجود واحد باقی سب مظاہر ہیں کہ انہی حدذات میں اصلاً وجودہستی سے بہرہ نہیں

رکھتے ۔ کل شیئی ھالك الاوجه ، اور حاشا یہ معنی ہرگز نہیں کہ من وتو زید وعمر وہر شئے خدا ہے، یہ اہل اتحاد کا قول ہے جو ایک فرقہ کافروں کا ہے ، اور پہلی بات اہل توحید کا مذہب ہے جو اہل اسلام وایمان حقیقی ہیں ستائیس (۲۷) دوسری جگہ ایک تقریبی مثال سے یہ مسئلہ اور اس میں تین فرقوں کا بیان قدرے تفصیل سے لکھا ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

''ایک بادشاہ اعلیٰ جاہ آئینہ خانہ میں جلوہ فرما ہے، جس میں تمام مختلف اقسام واوصاف کے آئینے نصب ہیں، آئینوں کا تجربہ کرنے والا جانتا ہے کہ ان میں ایک ہی شئی کا عکس کس قدر مختلف طوروں پر متجلی ہوتا ہے ۔ بعض میں صورت خلاف نظر آتی ہے ، بعض میں دھندلی کسی میں سیدھی کسی میں الٹی، ایک میں بڑی، ایک میں چھوٹی، بعض میں پتلی، بعض میں چوڑی، کسی میں خوشنما، کسی میں بھونڈی۔ یہ اختلاف آئینوں کی قابلیت کا ہوتا ہے، ورنہ وہ صورت جس کا ان میں عکس ہے خود واحد ہے، ان میں جو حالتیں پیدا ہوئیں متجلی ان سے منزہ ہے۔ ان کے الٹے ، بھونڈے دھندلے ہونے سے اس میں کوئی قصور نہیں ہوتا، وللہ المثل الاعلیٰ ۔ اب اس آئینہ خانہ کو دیکھنے والے تین قسم کے ہوئے ۔

تجسیم وتشبیہ

مجسمہ ومشبہہ ذات جل سلطانہ کے لئے تجسیم وتشبیہ کے قائل تھے، حکیم نجم الغنی رام پوری لکھتے ہیں: بعض نے کہا کہ ابن تیمیہ اور ابن قیم داؤد ظاہری اور ابن حزم اور شوکانی ، یہ پانچوں بڑے مجسمہ ہیں اور اس ملت کے خلفا ہیں ۔ (مذاہب الاسلام ص ۵۵۴)

مولانا اسمٰعیل دہلوی نے لکھا ہے:

''حق تعالیٰ کو جہت مکان سے منزہ سمجھنا بدعت وگمراہی ہے (ایضاح الحق ، ص ۲۴) وحید الزماں صاحب نے وسع کرسیہ السمٰوت والارض کے تحت لکھا: جب وہ کرسی پر بیٹھتا ہے ۔ تو چار انگل بھی بڑی نہیں رہتی ہے اور اس کے بوجھ سے چر چر کرتی ہے، (ترجمہ قرآن ، از وحید الزماں نواب) وہ بھی ایک ظل ہے، پھر آئینہ میں انسان کی صرف سطح مقابل کا عکس پڑتا ہے ۔ جس میں انسان کے صفات مثلاً کلام وسمع وبصر وعلم وارادہ وحیات وقدرت سے اصلاً نام کو بھی کچھ نہیں آتا، لیکن وجود حقیقی عز جلالہ کی تجلی نے اپنے بہت ظلال پر نفس ہستی کے

سوا ان صفات کا بھی پر توڑالا۔ یہ وجوہ اور بھی ان بچوں کی نافہمی اوران اندھوں کی گمراہی کا باعث ہوئیں اور جن کو ہدایت ہوئی وہ سمجھ لیے کہ

یک چراغیست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجامی نگری انجمنے ساختہ اند

انہوں نے صفات اور خود وجود کی دو قسمیں کیں

(۱) حقیقی ذاتی کہ متجلی کے لیے خاص ہے اور (۲) ظلی عطائی کہ ظلال کے لیے ہے۔ اور حاشا یہ تقسیم اشتراک معنی نہیں، بلکہ محض موافقت فی اللفظ، یہ ہے حق حقیقت وعین معرفت وللہ الحمد (۲۸)

غیریت کلی

اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ ذات خالق اور ذات مخلوق میں مغائرت حقیقی وضدیت کلی پائی جاتی ہے خالق ومخلوق عالم ومعلوم ایک ہونہیں سکتے، لیس کمثلہ شئ۔ کی نص قطعی اس پر شاہد عادل ہے۔ کسی عارف نے کیا خوب کہا ہے۔ الحق موجود والعبد معدوم وقلب الحقائق محال فالحق حق والعبد عبد۔ حق موجود ہے، عبد معدوم اور حقائق کا بدلنا محال ہے، سوحق حق ہے اور عبد عبد۔ (قرآن اور تصوف ص ۶۳)

اس قسم کے نظریات کا حضرت رضا بریلوی نے خوب تعاقب کیا، عقیدہ بیان فرماتے ہیں:

"موجود واحد ہے نہ وہ واحد جو چند ابعاض واجزاء سے مل کر مرکب ہوا۔ نہ وہ واحد جو چند کی طرف تحلیل پائے، نہ وہ واحد جو بہ تہمت حلول عینیت کہ اس کی ذات قدسی صفات پر یہ تہمت لگائی جائے کہ وہ کسی چیز میں حلول کیے ہوئے یا کوئی اس کی ذات۔"

اور لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب آسمان دنیا کی طرف نزول کرتا ہے تو عرش معلیٰ اس سے خالی رہتا ہے، یہ قول زیادہ صحیح ہے۔ (ہدیۃ المہدی، ج، ا ص ۱۰)

حضرت رضا بریلوی نے ایسے نظریات کی خوب خبر لی ہے۔

فرماتے ہیں: وہ جسم نہیں، جسم والی کسی چیز کو اس سے لگاؤ نہیں، ایسے مقدار، عرض نہیں کہ اتنا یا اتنا کہہ سکیں، لمبا، یا چوڑا، موٹا یا پتلا، یا بہت یا تھوڑا یا ناپ یا گنتی یا تول میں بڑا

یا چھوٹا، یا بھاری یا ہلکا نہیں وہ شکل سے منزہ ہے، پھیلا یا سمٹا، گول یا لمبا، تکونا یا چوکھٹا سیدھا یا ترچھا اور کسی صورت کا نہیں حد وطرف ونہایت سے پاک ہے۔ (قوارع القہارص ۶)(۲۹)

اللہ تعالیٰ کے بارے میں تنزیہہ محض کا عقیدہ درست ہے نہ تشبیہ محض کا بلکہ تنزیہہ وتشبیہ کے درمیان بلاتشبیہ کا عقیدہ درست ہے۔

حضرت رضاؔ بریلوی فرماتے ہیں: اصل صحیح عقیدہ یہ ہے کہ لیس کمثلہ شیئی۔اس کی مثل کوئی شئے نہیں، یہ تنزیہہ ہوئی اورھوالسمیع البصیر یہ تشبیہ ہوئی، مگر جب سننے، دیکھنے کو بیان کیا کہ اس کا دیکھنا آنکھ کا، سننا کان کا محتاج نہیں وہ بے آلات کے سنتا ہے، یہ نفی تشبیہ ہوئی کہ بندوں سے جو وہم مشابہت ہوتا اس کو مٹایا تو ماحصل وہی نکلا، تنزیہہ مع تشبیہ، بلاتشبیہ۔(۳۰)

تصوف وسلوک کے یہ گل وگہر جو حضرت رضاؔ بریلوی نے اپنی تصنیفات کے مختلف صفحات پر بکھیرے ہیں ان میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے سلوک وتصوف کا عکس جھلکتا ہے، کہیں کہیں پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضور غوث پاک کا قلم چل رہا ہے اور زلف تصوف کی مشاطگی ہو رہی ہے۔حضور محدث اعظم ہند نے آپ کے بارے میں یہ کہا ہے کہ:

''درحقیقت اعلیٰ حضرت غوث پاک کے ہاتھ میں چوں قلم دردست کاتب تھے''۔(۳۱)

تو یوں ہی نہیں کہا ہے اپنے مشاہدے اور مطالعہ اور بزرگوں کے اعتراف کہ، اعلیٰ حضرت شریعت میں امام اعظم کے قدم بہ قدم اور طریقت میں غوث اعظم کے مظہر اتم، تھے کی بنیاد پر کہا ہے۔

سلوک میں حضرت رضاؔ بریلوی کے رسائل تصوف کی عینک لگا کر دیکھئے، رضاؔ بریلوی آپ کو چودہویں صدی ہجری کے غوث اعظم نظر آئیں گے ۔ یہ تو فضل خدا ہے کہ حضرت رضاؔ بریلوی جس طرح عظیم فقیہہ ہیں اسی طرح عظیم صوفی بھی یہ اور بات ہے کہ آپ نے اپنے تصوف کے تن نازنین پر فقہ کی قبائے زرین ڈال لی تھی ۔ اگر آپ صوفی نہیں ہوتے ۔تصوف کے رموز واسرار پر آپ کی گہری نظر نہیں ہوتی اور آپ تصوف کے نام پر تصوف کی جان پر ہونے والے ظلم کے سامنے آ ہنی دیوار نہ بن گئے ہوتے ۔ ایک دردمند صوفی کی طرح دفاع نہ کیا ہوتا، تو نہ معلوم آج گلشن تصوف کی تاراجی کا عالم کیا ہوتا۔

تصوف قرآن وحدیث کے عطر، اور عارفین کی جلوت وخلوت کے دلفریب جلوے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن وحدیث کے معارف کا جامع او رسلوک وتصوف کا عارف بنایا تھا۔ آپ نے اس کی حفاظت وصیانت اوررعنائی وزیبائی کا فریضہ نائب غوث اعظم کی حیثیت سے انجام دیا۔ اورحق یہ ہے کہ حق ادا کردیا۔

آپ خود بیان فرماتے ہیں:

ایک بار میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک بہت نفیس اوراونچی سواری ہے حضرت والد ماجد نے کمر پکڑ کر مجھے سوارکیا اور فرمایا، گیارہ درجہ تک تو ہم نے پہنچادیا آگے اللہ مالک ہے، میرے خیال میں اس سے مراد غلامی ہے سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصوف کے بارے میں بیش از بیش معلومات وتعبیرات مثلاً مرشد عام، مرشد خاص شیخ اتصال، شیخ ایصال اوران دونوں کے شرائط فلاح اول، فلاح دوم، فلاح تقویٰ، فلاح احسان، دعوت سلوک کا دائرہ بیعت، ارادت بیعت برکت، وحدت مقصود، وحدت مشہود، وحدت موجود کے درمیان فرق مراتب وغیرہ اہم مسائل سے متعلق تحقیقی ابحاث دیکھنے کا شوق ہو۔ وہ حضرت رضاؔ بریلوی کی تصانیف فتاویٰ افریقہ الدولۃ المکیہ، کشف حقائق واسرار دقائق کا مطالعہ فرمائیں نیز طریقت وسلوک کے دیگر کثیر مسائل کی معلومات کے لئے ملفوظات کا مطالعہ بھی ازبس مفید ہے ہم یہاں حضرت رضاؔ بریلوی کے ملفوظات سے ان چند ارشادات مقدسہ کونقل کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ جن کا سلوک وطریقت کے مسائل سے گہرا تعلق ہے، آیندہ سطور میں عرض سے مراد استفادہ کرنے والوں کا سوال ہے اورارشاد سے مراد حضرت رضاؔ بریلوی کا جواب ہے۔

عرض: مجاہدہ کے کیا معنی ہیں؟

ارشاد: سارا مجاہدہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جمع فرمادیا ہے۔ **واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنتہ ھی الماویٰ** جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہشوں سے روکے تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے، یہی جہاد اکبر ہے۔ حدیث میں ہے، جہاد کفار سے واپس آتے ہوئے (حضور اقدس۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے) فرمایا ''**ورجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر**'' ہم اپنے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد

کی طرف پھرے۔

عرض: حضور مجاہدے میں عمر کی قید ہوتی ہے۔

ارشاد: مجاہدے کے لئے کم از کم اسی برس درکار ہوتے ہیں باقی طلب ضرور کی جائے۔

عرض: ایک شخص اسی برس کی عمر سے مجاہدات کرے یا اسی برس مجاہدہ کرے؟

ارشاد: مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس عالم میں مسببات کو اسباب سے مربوط فرمایا گیا ہے، اسی طریقے پر چھوڑ دیں۔ اور جذب عنایت ربانی بعید کو قریب نہ کردے تو اس راہ کی قطع کو اسی برس درکار ہیں اور رحمت فرمائے تو ایک آن میں نصرانی سے ابدال کر دیا جاتا ہے، اور صدق نیت کے ساتھ مشغول مجاہدہ ہو تو امداد الٰہی ضرور کارفرما ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔

''جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کریں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھاویں گے۔''

عرض: یہ تو اگر کسی کا ہو رہے تو ہو سکتا ہے، دینوی ذرائع معاش اگر چھوڑ دیے جائیں تو یہ بھی وقت طلب ہے، اور دینی خدمت (مثلاً تعلیم دینا تبلیغ کرنا) جو اپنے ذمہ لی ہے اسے چھوڑنا پڑے گا۔

ارشاد: اس کے لیے یہی خدمات (دینیہ) مجاہدات ہیں بلکہ اگر نیت صالح ہے تو ان مجاہدات سے اعلیٰ امام ابو اسحاق اسفرائنی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) جب ان کو مبتدعین کی بدعات کی اطلاع ہوئی پہاڑوں پر ان اکابر علما کے پاس تشریف لے گئے جو ترک دنیا و مافیہا کر کے مجاہدات میں مصروف تھے۔ ان سے فرمایا: اکلتہ الحشیش انتم ھٰھنا وامتہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الفتن اے سوکھی گھاس کھانے والو! تم یہاں ہو اور امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتنوں میں ہے، انہوں نے جواب دیا کہ اے امام یہ آپ ہی کا کام ہے ہم سے نہیں ہو سکتا (حضرت امام ابو اسحٰق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) وہاں سے واپس آئے اور مبتدعین (بدمذہبوں) کے رد میں نہریں بہائیں۔

عرض: مولانا عبدالکریم رضوی چتوڑی نے عزلت نشینی کے متعلق کچھ عرض کیا۔
ارشاد: آپ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی تین قسم کے ہیں۔ مفید، مستفید، منفرد، مفید وہ ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ مستفید وہ ہے کہ خود دوسرے سے فائدہ حاصل کرے، منفرد وہ ہے کہ دوسرے سے فائدہ لینے کی اسے حاجت نہ ہو اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچاسکتا ہو، مفید اور مستفید کو عزلت نشینی حرام ہے اور منفرد کو جائز بلکہ واجب، امام حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی ان کو کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا، فرمایا جنت عطا کی گئی، نہ علم کے سبب، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کتے کو راعی کے ساتھ ہوئی ہے کہ ہر وقت بھونک بھونک کر بھیڑوں کو بھیڑیے سے ہوشیار کرتا رہتا ہے، مانیں نہ مانیں یہ ان کا کام، سرکار نے فرمایا بس بھونکے جاؤ، بس اس قدر نسبت کافی ہے لاکھ ریاضتیں لاکھ مجاہدے اس نسبت پر قربان جس کو یہ نسبت حاصل ہے اس کو کسی ریاضت کی ضرورت نہیں، اور اس میں کیا ریاضت تھوڑی ہے؟ جو شخص عزلت نشین ہو گیا اس کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے نہ اس کی آنکھوں کو، نہ اس کے کانوں کو، اس کا حال پوچھئے جس نے اوکھلی میں سر دیا ہے، اور چاروں طرف سے موسل کی مار پڑ ی ہے۔

عرض: حضور! طلب اور بیعت میں کیا فرق ہے؟
ارشاد: طالب ہونے میں صرف طلب فیض ہے اور بیعت کے معنی پورے طور سے بکنا بیعت اس شخص سے کرنا چاہیے جس میں یہ چار باتیں ہوں، ورنہ بیعت جائز نہ ہوگی۔
اول: سنی صحیح العقیدہ ہو
دوم: کم ازکم اتنا علم ضروری ہے کہ بلا کسی امداد کے اپنی ضروریات کے مسائل، کتاب سے خود نکال سکے۔
سوم: اس کا سلسلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک متصل ہو کہیں منقطع نہ ہو۔
چہارم: فاسق معلن نہ ہو، پھر اسی سلسلہ بیان میں ارشاد ہوا کہ لوگ بیعت بطور رسم

ہوتے ہیں ، بیعت کے معنی نہیں جانتے ، بیعت اسے کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ منیری علیہ السلام کے ایک مرید دریامیں ڈوب رہے تھے حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اورفرمایا اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال دوں، ان کے مرید نے عرض کیا، یہ ہاتھ حضرت یحییٰ منیری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں ، اب دوسروں کو نہ دوں گا ، حضرت خضر علیہ السلام غائب ہوگئے اورحضرت یحییٰ منیری ظاہر ہوئے اوران کو نکال لیا۔

عرض: حضور! فنافی الشیخ کا مرتبہ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟

ارشاد: یہ خیال رکھے کہ میرا شیخ میرے سامنے ہے اوراپنے قلب کو اس کے قلب کے نیچے تصور کرے اس طرح سمجھے کہ سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیوض وانوارقلب شیخ پر فائز ہوتے اوراس سے چھلک کر میرے دل میں آرہے ہیں ۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ حالت ہوجائے گی کہ شجر وحجر درودیوار پر شیخ کی صورت صاف نظر آئے گی ، یہاں تک کہ نماز میں بھی جدا نہ ہوگی اور پھر ہر حال میں اپنے ساتھ پاؤ گے، حافظ الحدیث سیدی احمد سجلماسی کہیں تشریف لے جارہے تھے، راہ میں اتفاقاً آپ کی نظر ایک نہایت حسینہ عورت پر پڑگئی ، یہ نظر اول تھی بلاقصد تھی، دوبارہ پھر آپ کی نظر اٹھ گئی ۔ اب دیکھا کہ پہلومیں حضرت سیدی غوث الوقت عبدالعزیز دباغ علیہ السلام آپ کے پیرومرشد تشریف فرماہیں، اورفرماتے ہیں، احمد عالم ہوکر؟ توکسی وقت شیخ مرید سے جدانہیں، ہرآن ساتھ ہے۔

عرض: غوث ہرزمانے میں ہوتا ہے؟

ارشاد : بغیرغوث کے زمین وآسمان قائم نہیں رہ سکتے (لہٰذا غوث کا ہرزمانہ میں ہونا ضروری ہے)

عرض: غوث کومراقبے سے حالات منکشف ہوتے ہیں ۔

ارشاد: نہیں بلکہ ہرحال یونہیں مثل آئینہ پیش نظر ہے، اس کے بعد ارشاد فرمایا ہرغوث کے دووزیر ہوتے ہیں غوث کا لقب عبداللہ اور وزیر دست راست (کا نام) عبدالرب اور وزیر دست چپ (کا نام) عبدالملک ہے اس سلطنت میں وزیر دست چپ وزیر دست راست سے اعلیٰ ہوتا ہے ۔ بخلاف سلطنت دنیا کے اس

لیے کہ یہ سلطنت قلب ہے، اور دل جانب چپ ...... غوث اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور کے وزیر دست چپ تھے اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وزیر دست راست، پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے، اور وزارت امیر المومنین فاروق اعظم وعثمان غنی رضی اللہ عنہ کو عطا ہوئی، اور اس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی، اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ و مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم وزیر ہوئے۔ پھر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو غوثیت عنایت ہوئی اور مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و امام حسن رضی اللہ عنہ وزیر ہوئے پھر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو (غوثیت عطاء ہوئی) اور امامین محترمین (حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنہما) وزیر ہوئے، پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے درجہ امام حسن عسکری تک یہ سب حضرات مستقل غوث ہوئے۔ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے بعد حضور غوث اعظم (شیخ عبدالقادر جیلانی) رضی اللہ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے ان کے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل غوث، حضور تنہا غوثیت کبریٰ کے درجے پر فائز ہوئے۔ حضور غوث اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی حضور کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے، حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ تک سب نائب حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہوں گے پھر امام مہدی رضی اللہ عنہ کو غوثیت کبریٰ عطا ہوگی۔

عرض: قیامت کب ہوگی، اور ظہور امام مہدی کب؟

ارشاد: قیامت کب ہوگی اسے اللہ جانتا ہے اور اس کے بتائے سے اس کے رسول اللہ رضی اللہ عنہ، قیامت ہی کا ذکر کرکے ارشاد فرماتا ہے، **عٰلم الغیب فلا یظھر علی غیبہٖ احداً غیبہ الامن ارتضیٰ من رسول۔** اللہ غیب کا جاننے والا ہے۔ وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

امام قسطلانی وغیرہ نے تصریح فرمائی کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے، جس کا اوپر متصل آیت میں ذکر ہے، امام جلال الدین سیوطی علیہ السلام سے پہلے بعض علمائے کرام نے بملاحظہ احادیث حساب لگایا کہ یہ امت سن ہزار ہجری سے آگے نہ بڑھے گی۔ امام سیوطی نے

اس کے انکار میں ایک رسالہ لکھا الکشف عن تجاوز ہذہ الامتہ الالف ۔ اس میں ثابت کیا کہ یہ امت ۱۰۰۰ ہجری سے آگے ضرور آگے بڑھے گی، امام جلال الدین کی وفات ۹۱۱ھ میں ہے، اورآپ نے حساب سے خیال فرمایا کہ ۱۳۰۰ھ میں خاتمہ ہوگا، بحمد اللہ تعالیٰ اسے بھی چھبیس برس گزر گئے اور ہنوز قیامت تو قیامت اشراط کبریٰ میں سے کچھ نہ آیا ...... امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں مگر ان میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گزرتا ہے کہ شائد ۱۸۳۷ ہجری میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔

عرض: عذاب فقط روح پر ہوتا ہے یا جسم پر بھی؟

ارشاد: روح وجسم دونوں پر یونہی ثواب بھی، حدیث میں ہے کہ ایک لنجھا کسی باغ کے سامنے پڑا تھا اور میوے دیکھ رہا تھا، مگر اس تک جا نہ سکتا تھا، اتفاقاً ایک اندھے کا اس طرف سے گزر ہوا کہ باغ میں جاسکتا تھا، مگر میوے اسے نظر نہ آتے، لنجھے نے اندھے سے کہا تو مجھے باغ میں لے چل، وہاں جاکر ہم اور تم دونوں میوے کھائیں، اندھا اس کو اپنی گردن پر سوار کرکے باغ میں لے گیا۔ لنجھے نے میوے توڑے اور دونوں نے کھائے اس صورت میں کون مجرم ہوگا؟ دونوں ہی مجرم ہیں اندھا جسم ہے اور لنجھا روح۔ (۳۲)

اب ذرا شعر وسخن کے حوالے سے رضا کا انداز تصوف اور رنگ معرفت دیکھیے، یوں تو پورا دیوان ہی تصوف کا کھلتا ہوا گلستان اور دیوان کا ہر کلام معرفت کا جھلکتا ہوا جام ہے۔ قلت صفحات کے باعث ہم صرف چند اشعار پر قناعت کرتے ہیں:ے

رونق بزم جہاں ہیں عاشقان سوختہ
کہہ رہی ہے شمع کی گویا زبان سوختہ

(عاشق ذات خدا اور رسول، رونق بزن جہاں ہیں)

محمد مظہر کامل ہے حق کی شان عزت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

(ذات احمد خلیفہ اللہ فی الارض، مرتبۂ واحدیت مقام فرد کامل)

رضاؔجو دل کو بنانا تھا جلوہ گاہ حبیب
تو پیارے قید خودی سے رہیدہ ہونا تھا
(نفی ذات۔تصفیۂ قلب)

وہی جلوہ شہر بہ شہر ہے اصل عالم دہر ہے
وہی بحر ہے وہی لہر ہے وہی پاٹ ہے وہی دھار ہے
(کائنات کی تخلیق نور محمدی سے ہوئی، وحدت الوجود، خدااور رسول)

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پر قربان گیا
(یاد کردن واطاعت، اصل تصوف ہے)

یوں تو سب انہیں کا ہے پردل کی اگر پوچھو
یہ ٹوٹا ہوا دل ہی خاص ان کی کمائی ہے
(شکستگی اس حد تک ہو جیسے سوراخ شدہ برتن، اس میں کچھ نہ ٹھہر سکے (ارشاد غوث پاک)

جب گرے منھ سوئے میخانہ تھا
ہوش میں ہیں یہ بہکنے والے
(صاحب سکر صاحب مو ہیں انہیں غافل نہ کہو)

دل سے اک ذوق مئے کا طالب ہوں
کون کہتا ہے اتقاء نہ کرے
(مست بادہ الست مئے عرفان، تقویٰ کے ساتھ ضروری ہے)

سب تمہاری ہی خبر تھے
تم موخر مبتدا ہو
(سر محمدی، تعینات اول، مرتبہ وحدانیت)

انسان تنہا نہیں بنتا اس کو بنانے میں بہت سے عوامل شامل ہوتے ہیں۔ اس کا ماحول اس کے والدین اس کے اکابر واحباب اور اس کے مشاہدات ومطالعات وغیرہ یہ تمام عناصر وجواہر باہم گلے ملتے ہیں شخصیت تب نکھرتی ہے۔ یہ حسین اتفاق ہے کہ شخصیت سازی

کے جتنے لازمی ارکان ہوسکتے ہیں حضرت رضاؔ بریلوی میں وہ تمام جمع تھے، گھریلو ماحول سے لیکر سلوک وتصوف کے مطالعے اور تجربے تک آپ کی سیرت کا ہر گوشہ مناسب اور موزوں نگینوں سے مرصع تھا، آپ کی شخصیت کی تعمیر وارتقا میں گھریلو ماحول نے زرخیز زمین عطا کی ، دادا اور والد کی خصوصی تربیت نے خوش نما گل بوٹے اگائے، مرشد کی نگاہ کیمیا اثر نے رعنائی وزیبائی بخشی ،قرآن وحدیث کے مطالعے نے نسیم صبح گاہی عطا کی اکابر واحباب کی روحانی علمی رفاقت ومجالس نے قوت نوعنایت کی سلوک وتصوف کی رنگا رنگ فضا نے ابر بہاراں سے چھڑکاؤ کیا، پھر کیا تھا، غنچے چٹکنے لگے، کلیاں کھلنے لگیں، پھول مسکرانے لگے، تب جا کر رضاؔ بریلوی اعلیٰ حضرت بریلوی بنے۔ ؎

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

اور تب جا کر آپ کا جوہر محبت نکھرا اور تصور عشق ایسا صیقل ہوگیا کہ کیا موافق اور کیا مخالف سب کی زبان سے آپ ، عاشق رسول ، کہے جانے لگے ، کہے جارہے ہیں خود فرماتے ہیں۔

جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

حوالے

۱۔ حیات اعلیٰ حضرت، مولانا ظفرالدین، ص ۴

۲۔ قائدین تحریک آزادی، مولانا یسین اختر مصباحی، ص ۴۰

۳۔ حیات اعلیٰ حضرت، مولانا ظفرالدین، ص ۷،۶

۴۔ عشق ہی عشق، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ص ۷ تا ۴۶

۵۔ سیرت اعلیٰ حضرت مع کرامات، علامہ حسنین رضا، ص ۴۷

۶۔ حدائق بخشش، امام احمد رضا قادری، ص ۱۶۹

۷۔ تذکرہ مشائخ قادریہ رِضویہ، مولانا عبدالمجتبیٰ، ص ۳۷۴

۸۔ سیرت اعلیٰ حضرت مع کرامات، علامہ حسنین رضا، ص ۵۴، ۵۳

۹۔ قاری کا امام احمد رضا نمبر، اپریل ۸۹ء، ص ۲۳۶

۱۰۔ حیات اعلیٰ حضرت، مولانا محمد ظفرالدین، ص ۳۵، ۳۴

۱۱۔ حیات اعلی حضرت، مولانا محمد ظفرالدین، ص ۴۴

۱۲۔ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، مولانا عبدالمجتبیٰ، ص ۳۷۴

۱۳۔ قاری کا امام احمد رضا نمبر، اپریل ۸۹ء، ص ۲۴۷

۱۴۔ محدث بریلوی، ڈاکٹر مسعود احمد مظہری، ص ۴۱

۱۵۔ سوانح اعلیٰ حضرت، مولانا محمد بدرالدین، ص ۳۷۴

۱۶۔ حیات اعلیٰ حضرت، مولانا ظفرالدین، ص ۳۷۳

۱۷۔ پیغام رضا کا امام احمد رضا نمبر، ۱۹۹۶، ص ۹۷

۱۸۔ محاسن کنزالایمان، علامہ غلام رسول سعیدی، ص ۱۰

۱۹۔ قاری کا امام احمد رضا نمبر، اپریل ۸۹ء، ص ۲۴۵

۲۰۔ محدث، ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری، ص ۱۷

۲۱۔ امام احمد رِضا اور رد بدعات ومنکرات، مولانا یسین اختر مصباحی، ص ۱۳۶

۲۲۔ امام احمد رِضا اور رد بدعات ومنکرات، مولانا یسین اختر مصباحی، ص ۱۳۷

۲۳۔ قاری کا امام احمد رضا نمبر، اپریل ۸۹ء، ص ۲۴۷

۲۴۔ امام احمد رضا اور بدعات ومنکرات ،مولانا یسین اختر مصباحی ،ص ۱۹۲

۲۵۔ امام احمد رضا اور تصوف ،مولانا محمد احمد مصباحی ،ص ۱۲،۱۱

۲۶۔ مقام عرفاء باعزاز شرع وعلما، امام احمد رضا،ص ۸ تا ۳۰

۲۷۔ کشف حقائق واسرار دقائق ،امام احمد رضا،ص ۱۵

۲۸۔ فتاویٰ رضویہ، امام احمد رضا ج۶،ص ۱۳۴، ۱۳۳

۲۹۔ مجدد الف ثانی اور اعلی حضرت امام احمد رضا ،ڈاکٹر غلام مصطفی خان ،ص ۵۱ تا ۶۹

۳۰۔ الملفوظ ،مرتب حضرت الشاہ مفتی اعظم ہند،ص ۶۷

۳۱۔ قاری کا امام احمد رضا نمبر، اپریل ۸۹ء،ص ۲۴۸

۳۲۔ الملفوظ مرتب حضرت الشاہ مفتی اعظم ہند،ص ۷۰ تا ۱۲۱

ادارہ کی دیگر کتب







